ابنِ ایاس

حالاتِ زندگی اور تصانیف

جناب طارق مختار صاحب ایم۔ اے، علی گڑھ

ابنِ ایاس تیسرے مورخ ہیں جن کے سر پندرہویں صدی عیسوی میں مصری تاریخ نویسی کا سہرا ہے۔ ان کا نام محمد بن احمد بن ایاس مصری حنفی ہے[1]۔ ان کی پیدائش ۱۴۴۸ء میں قاہرہ میں ہوئی۔ ابوالمحاسن کی وفات سے ۲۱ سال قبل۔ ابنِ ایاس ابوالمحاسن سے اس معنوں میں مشابہ ہیں کہ ان میں سے دونوں کا تعلق مملوک خاندان سے تھا لیکن ابنِ ایاس کا مملوک سوسائٹی میں گہرا اثر تھا۔ ہم ابوالمحاسن کے اصل کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتے ہیں کہ ان کے والدین سلطان برقوق کے زمانہ میں مصر آئے۔ جب کہ ہمیں ابنِ ایاس کے جدِ امجد کے متعلق بھی علم ہے کہ ان کا نام ازدمری ناصری ابوذقن المعروف بخازندار تھے۔ اور ازدمر دولتِ مملوکی کے پہلے دور میں سلطان حسن اور شعبان کے امیروں میں سے تھے اور ان دونوں کے دورِ حکومت میں امیر صلح کے عہدے پر فائز تھے اور موخرالذکر کے دور میں تو انھیں کافی ترقی

---

[1] بروکلمان نے اپنی فہرست ۲۷۰ میں Brockelmann: Gesch. der Arab. Lit. II P. 375 ابنِ ایاس کا پورا نام اس طرح لکھا ہے ابوالبرکات محمد بن احمد بن ایاس زین الدین (یا شہاب الدین) ناصری جرکسی حنبلی۔ اور اپنے مذکورہ کتاب کے ضمیمہ میں ان کی نسبت حنابلہ کی طرف کر رہے تھے کیا ہے یہ درست نہیں ہے چونکہ ابنِ ایاس کے شیوخ میں بھی کوئی حنبلی معروف نہ تھا۔ II, P. 205

ملی اور معتمد بنے۔ طرابلس صفد اور حلب کے نایب بھی مقرر ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں دمشق کے نایب بھی مقرر ہوئے لیکن وہ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ۱۴۶۶ء میں موت نے ان کی طرف جلدی کی اور ہمیں ابن ایاس کے دادا کے متعلق بھی تھوڑی بہت معلومات ہیں ان کا نام ایاس فخری تھا وہ سلطان ظاہر برقوق کے ممالیک میں سے تھے اور جلد ہی انھیں امارت بھی ملی، سلطان فرج بن برقوق کے دور میں انھیں دوادر ثانی کے عہدے پر فائز کیا گیا۔

ابن ایاس کے والد کا نام شہاب الدین احمد تھا، اپنے لڑکے کے قول کے مطابق مشہور لوگوں کی اولاد میں سے تھے، یعنی وہ مملوک کے اس گروپ سے تھے جو اپنے سلف کے وفات کے بعد ابنائے امراء کہلاتی تھی اور دستور یہ تھا کہ ان کے بزرگوں کی رعایت کرتے ہوئے نظام جنگ میں ان میں سے کسی ایک کو "امیر خمسہ" کا عہدہ دیا جاتا تھا لیکن اس کے ساتھ شرط یہ تھی کہ سلطان کے حواشی میں ہو اور امن کی حالت میں کوئی چھوٹی موٹی مدنی ملازمت کے قابل ہو۔[1] ابن ایاس نے اپنے والد احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ حکومت کے بہت سے امراء کی نظر میں محبوب تھے اور اُن کی عمر ۸۴ سال ہوئی اور اس طویل مدت میں ان کی ۲۵ اولادیں ہوئیں جن میں لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی لیکن ان کی وفات ۱۵۰۲ء کے بعد صرف ایک لڑکی اور دو لڑکے زندہ بچے جن میں سے ایک خود ابن ایاس ہیں اور دوسرے جمالی یوسف۔ شاید لڑکی وہ تھی کہ جس کا شوہر امیر قرقماس پہلوان تھا اور سلطان قایتبای کے زمانہ میں وہ "دہ ہزاری" امیروں میں سے تھا اور سلطانی ملازمت میں جو تھے امیر آخور کے عہدہ پر فائز تھا اس کی وفات ۱۴۷۲ء میں بیرہ کی جنگ میں نہر فرات میں ہوئی جہاں مملوکی لشکر کو یشبک بن مہدی کی قیادت میں حسن الطویل (اوزون حسن) کے لشکر پر فتح حاصل ہوئی جو ترکمانیوں کا بادشاہ تھا اور یہ لوگ "سفید بکری" کے نام سے مشہور تھے دوسرا لڑکا جمالی یوسف سلطان قانصوہ الغوری کے زمانہ میں توپ خانہ سازی کی نگرانی پر مامور تھا اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فن سے آگاہ تھا اور اس کے ہاتھوں میں

[1] قلقشندی صبح الاعشیٰ ج ۴ ص ۱۶ - دائرہ المعارف الاسلامیات (عربی ترجمہ) ابن ایاس پر مضمون۔

اس سلسلہ کا کوئی بڑا منصب تھا۔

ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ایاس مملوکی دور میں امراء اور سرداروں میں پلے بڑھے قایتبائی اور غوری کے زمانہ میں دولت مملوکی کے سرآوردہ لوگوں سے شادی بیاہ اور دوسری طرح سے ان کا تعلق بڑھا لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان کے معاصرین میں سے کسی نے بھی تھوڑی یا زیادہ ان کی سوانح نہیں لکھی اور جو کچھ اس عظیم مورخ کی نئی سوانح کے لئے مواد ملتا ہے وہ ان کی تالیف کردہ کتابوں میں منتشر ہے اور محقق اسے معاصرین اور متاخرین کی کتابوں میں نہ ہونے کی وجہ رد کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شیخین جلال الدین عبد الرحمن سیوطی اور عبد الباسط بن خلیل حنفی کی تصانیف ہیں اور یہ دونوں حضرات ان کے بیان کے مطابق ان کے استاد تھے، یا جیسے سخاوی، غزی، اعظمی، بورینی، یمنی، محبی، اور مرادی کی تصانیف ہیں یہ لوگ نویں دسویں، گیارہویں اور بارہویں صدی کے لوگوں کی سوانح لکھنے والے ہیں۔

اس کی سوانح کا یہ فقدان نہ تو اس پر لکھنے والے کو عاجز کرتا ہے اور نہ اس پر لکھنے کی کوشش کو مشکل بناتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا گھاٹا ہے جس میں کچھ فائدہ بھی ہے اگرچہ وہ منفی فائدہ ہے کیوں کہ ان چیزوں پر اعتماد کرنا منحصر ہو جاتا ہے جو مؤلف نے اپنے بارے میں اور اپنے دور کے لوگوں کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے۔ واقعات کے متعلق اس کا موقف صاف طور پر سمجھنے اور اس میں اس کے شخصی اخلاق کی جھلک ملتی ہے۔ ان اشارات میں خاص طور پر ابن ایاس کی شخصیت ہے کہ وہ اپنے والد شہاب الدین احمد اور ابو المحاسن کی طرح لوگوں کی اولاد کی ٹولی میں پلا بڑھا۔ ۷۷۴ء میں ابن ایاس نے حج کیا جب کہ وہ مصری سواروں کی کسی ملازمت میں نہ تھا جیسا کہ ابو المحاسن کی جانب بھی اس کے حج کے سلسلہ میں منسوب ہے۔ لیکن اس نے مکہ میں حجاج کی دشواریوں اور پریشانیوں کا مشاہدہ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت مملوک بادشاہوں اور بعض اہل مکہ کے درمیان اختلافات تھے۔ پورے عہد ممالیک میں جا بجا کئی شخصیات امراء اور بادشاہوں کے نمائندگان کے درمیان جو اختلافات تھے ان کے حسد کینہ دشمنی کی دلیل ہے۔

ابن ایاس نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ عیش و آرام سے گذارا اور یہ سلطان غوری کے دور کی بات ہے۔ اس نے خوش حال زندگی گذاری، اس کا زیادہ وقت تاریخ میں تصنیف و تالیف پر گذرا اور اس نے مناسب موقعوں کے لحاظ سے زجل موشحات اور مزدوجات لکھے ابن ایاس کی نظمیں قابل توجہ ہیں ان کا کچھ حصہ سلطان یا ملک کی تعریف یا مرثیہ کے طور پر لکھا، کچھ امراء کے مرض سے شفایاب ہونے یا کسی مصیبت سے چھٹکارا پانے پر لکھا اور کچھ حکومت کے بعض کاموں کی برائی اور تنقید بیان کرنے کے لئے لکھا۔ کیا ہم ان قرائن سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر [illegible] نے کہا ہے کہ ابن ایاس مملوکی دور میں حکومت کے مورخ کے فرائض انجام دیتا تھا باوجودیکہ اس نے اپنی کتابوں میں ان چیزوں کا تعین نہیں کیا ہے اور باوجودیکہ ممالیک کے دور میں "مورخ الدولہ" کا عہدہ نہ تھا؟ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سلطانی حاشیہ نشینوں میں شامل ہو کر عیش و عشرت میں رہا اور اپنے باپ کی طرح بعض لوگوں سے وابستہ رہا اور اس نے فرصت کے اوقات میں شہرت کے لئے اشعار لکھے؟ یا ہم اس کو ترجیح دیں کہ اس نے سلطان محمد بن قایتبائی کے ساتھ رہ کر خود کو عینی کی طرح کرنا چاہا جس کا تعلق برسبائی سے تھا یا ابو المحاسن کی طرح اس کا تعلق سلطان المرحوم محمد بن جقمق سے تھا۔

اس کے ان اشعار سے جو خاص اور عام موقعوں کے لئے تھے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسا شخص بن کر رہا کہ جس نے اس سوسائٹی کا تذکرہ کیا جس میں اس کی زندگی گذری اور یہ بات اسے صرف ایک ایسے مورخ کی طرح پیش نہیں کرتی ہے جو واقعات اور اخبار کے ذکر کے لئے مخصوص رہا ہو بلکہ وہ ایک زندہ اور حساس شخص تھا جس نے اس دورِ حکومت کی خامیوں اور زوال کے اسباب کو بیان کیا۔ اور اس کے حساس ہونے کی واضح دلیل وہ قصیدہ ہے جو سلطان غوری کے آخری دور میں ٹیکس لگانے پر اس نے لکھا ہے اور وہ مرثیہ ہے جو اس نے مصر میں عثمانیوں کی فتح کے موقع پر لکھا ہے ۱۵۰۸ء کے نصف میں ابن ایاس پر وہ آفت آئی جس نے اس کی پرسکون زندگی کو درہم برہم کر دیا جب کہ سلطان غوری کے ممالیک پر مقررہ دولت کو خرچ کرنے میں تنگی

کردی گئی۔ اس نے ارادہ کیا کہ فوجیوں کی بعض جاگیروں کو ان سے واپس لے لے اور احباسیہ اوقاف کو ختم کردے۔ اور ان کی اراضی کو زبردستی ٹیکس کے طور پر لے لے جب معاملہ مار پیٹ، آتش زنی اور تشدد پر پہنچا تو ابنِ ایاس کو بھی ان چیزوں کا سامنا کرنا پڑا جس طرح اس طبقہ کے لوگوں کو کرنا پڑا تھا اس کی اراضی کا ایک بڑا حصہ سلطان کے چار مالک کو ملا لیکن وہ بغیر جاگیر کے زیادہ دنوں تک نہیں رہا کیونکہ ۱۵۰۱ء میں اس کے اس قصہ کو جس میں شکایاتِ حال بیان کی تھیں ایک قطعہ وقف کر دیا اور یہ قصہ اُس وقت پیش آیا جب سلطان قلعہ کے میدان میں گیند کھیلنے جا رہا تھا سلطان نے اس کی شکایت کو سُنا اور اس کی جاگیر واپس کردی۔ اور ابنِ ایاس نے اپنی عادت کے مطابق ایک طویل قصیدے سے اس کی تعریف کی۔

حقیقی معنوں میں ابنِ ایاس سلطان غوری کے کاموں کو ناپسندیدگی سے دیکھتا تھا اس سلسلہ میں سلطان کی وفات کے بعد اس نے اپنی عظیم کتاب بدائع الزہور فی وقائع الدہور میں جو کچھ لکھا ہے اسے شہادت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کتاب مصر کی تاریخ پر قدیم دور سے عثمانی دور کے اوائل تک مشتمل ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے کہ جس نے ابنِ ایاس کو اپنے عہد کے مصری مورخین کے درمیان پندرھویں صدی عیسوی کے اواخر اور سولھویں صدی کے اوائل میں سر فہرست بنا دیا ہے ابنِ ایاس نے اپنی اس کتاب کی تالیف ۱۴۹۳ء کے قریب شروع کی اور اپنے آخری دنوں تک اس میں مشغول رہا یہ کتاب ۱۱ جلدوں میں ہے اور اس کا ارادہ تھا کہ اس پر اضافہ بھی کرے تاکہ یہ بارہ جلدوں میں ہو جائے[1] لیکن ۱۵۲۴ء میں موت نے اس کو مہلت نہ دی پھر نقل کرنے والوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور اس کے نسخے تیار کئے بعض تو پورے مکمل ہیں اور بعض

---

[1] اس کتاب کے چار اجزاء استنبول کے مکتبہ فاتح میں ہیں اور اس کے آخیر میں یہ ہے کہ اس کتاب کی چوتھی جلد کی تالیف ۹۰۱ھ (۱۴۹۵ء) میں ہوئی پانچویں جلد بھی اسی سال لکھی گئی اور آٹھویں جلد ۹۱۳ھ (۱۵۰۷ء) کے اواسط میں اور گیارہویں ۹۲۸ھ (۱۵۲۲ء) میں اواخر میں لکھی گئی اور اسی صفحہ پر ابنِ ایاس نے لکھا ہے کہ بارہویں جلد کی تیاری کر رہے ہیں۔ جس کو اپنی وفات کی وجہ سے یا تو شروع نہ کر سکے یا تھا ہو تو اس کی اطلاع نہیں ہے۔

مختصر اور ناقص ۔ غالب گمان یہ ہے کہ ہمارے سامنے ناقص اور مختصر نسخے موجود ہیں۔ انھیں ناقص نسخوں میں سے کتاب قاہرہ میں شائع ہوئی جو اصل سے دور ہے اور اس کے اہم اجزا سے خالی ہے[1]۔

ابنِ ایاس کی کتابوں میں ایک کتاب عقود الجمان فی وقایع الازمان بھی ہے ۔ یہ مستقل تاریخ مصر پر مختصر کتاب ہے اس کا اس عظیم کتاب سے یا اس کے منتخب کردہ نسخوں سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ پھر اس کی کتاب نزہت الامم فی العجائب والحکم ہے جو تاریخِ عالم میں ایک چھوٹی سی تالیف ہے ، ایک کتاب مرج الزہور فی وقایع الدہور ہے جو انبیاء اور رسولوں کے قصّوں پر مشتمل سیر حاصل کتاب ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابنِ ایاس کے علاوہ یہ کتاب کسی دوسرے کی ہو باوجودیکہ بدائع الزہور میں اس کے بعض موضوعات کے متعلق اشارے ملتے ہیں ۔ ابنِ ایاس کی ایک اور کتاب نشق الازہار فی عجائب الاقطار ہے اور یہ کتاب فلک ، ہیئت کون کی ترکیب ، فرعونی دور کے آثار اور اس زمانہ کے بادشاہوں کے حالات پر ہے ۔ ابنِ ایاس نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس میں ان عجیب غریب باتوں کا تذکرہ کریں جو انھوں نے سُنا یا دیکھا ہے اور خاص طور پر مصر کے عجائب اس کے اعمال اور حکمان نے اس میں جو طلسمات بیان کئے ہیں اسے بیان کریں ۔ اس کتاب کی تالیف سے ۱۵۱۰ء میں فارغ ہوئے اور اس کتاب سے یورپ کے علماء نے اُنیسویں صدی عیسوی میں بہت فائدہ اُٹھایا ۔

ابنِ ایاس کی شہرت کلی طور پر اس کی تاریخ کی پہلی کتاب کی وجہ سے ہے اس کے آخری دور میں اسی کتاب میں دولتِ ممالیک کے احوال اور اخبار بیان کرنے کی وجہ سے وہ بہترین مورخ ہے اور یہ کتاب عثمانیوں کے مصر فتح کرنے کے متعلق بنیادی مراجع کا کام دیتی ہے اس کا اسلوب بھی انوکھا ہے اسی لئے ماگولتھ نے اسے مصر اور مصر کے باہر کا ممتاز مورخ لکھا ہے وہ لکھتا ہے " بے شک کتاب کی تالیف میں اس کا اسلوب ، اور اس کے سوچنے سمجھنے کا طریقہ اس کی قبل

---

[1] یہ نقص لشتبوں کے مستشرقین کی جماعت نے محسوس کیا ہے ۔ پروفیسر کالا اور ڈاکٹر مصطفےٰ اور مرحوم سوبرنہم نے تین اجزاء میں اس کی اشاعت کی ۔

مزاج اور شخصی رائے کی عکاسی کرتا ہے جو بڑے بڑے مورخین کے پاس بھی کم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن ایاس کو تنقیدی قدرت بھی تھی اس نے صرف حوادث وقایع اور اخبار بیان نہیں کئے ہیں بلکہ تاریخ میں سلف کے طریقہ سے ہٹ کر اُس نے واقعات کی تشریح بھی کی ہے اور فلسفہ بھی بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکم صادر کرنے میں قدرے سختی سے کام لیا ہے اور ہر چیز کو بیان کرنے میں جرأت کا ثبوت دیا ہے۔ تصویر کشی میں کبھی کبھی غلو سے کام لیتا ہے۔ اور اس پر اس کو سلطانی دور میں مختلف اُمرار کے ساتھ تعلق میں بھی سہارا ملا چنانچہ اس کا تعلق امیر تمراز اتابک اور امیر اقبردی دوادار کبیر سے تھا اور یہ دونوں قایتبائی کے امرا تھے اس طرح اس کا تعلق ابوبکر بن مزہر، اس کے لڑکے بدری محمد اور قاضی محمود بن رجا سے تھا اور یہ لوگ حکومت میں کاتب السر کے عہدے پر تھے۔ مزید برآں اس کا تعلق اپنی بہن کی وجہ سے جانی یوسف سے تھا جو اس کو قلعہ کے واقعات بتاتا تھا خاص طور پر سلطان غوری کے دور میں ابن ایاس نے جنگ کے جو واقعات لکھے ہیں اور اس کی تدوین کی ہے وہ اسی کی روشنی میں ہے۔

جہاں تک ابن ایاس کے اخلاق کا تعلق ہے اور معاصرین کے درمیان اس کی جو شہرت تھی اس کا علم نہیں ہو سکا۔ معاصرین اور متاخرین کی کتابوں میں بھی اس کی جانب کوئی اشارہ نہیں ہے ہاں اس نے جو کتابیں خود لکھی ہیں یا وہ نوٹس جو اُس نے اپنے بارے میں اس دور کے واقعات اور لوگوں کے حالات بیان کرنے کے ضمن میں چھوڑے دیے ہیں - یہ سب باتیں اس عظیم شخصیت کے اسرار و رموز کے متعلق بہت سی باتوں کی جانب اشارہ کرتی ہیں اس کی تالیفات کی ضخامت اس پر شاہد ہیں کہ وہ اپنی زندگی بھر تصنیف و تالیف میں مصروف رہا اور روزانہ یا ماہانہ تدوین حوادث کا طریقہ جو اس نے معاصر حالات بیان کرنے میں اختیار کیا ہے یہ اس کی باریک بینی اور حقائق کا شدت سے احصار کرنے پر شاہد ہیں۔ اور لوگوں کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرنے میں اس کی سختی اور اس

Margoliouth: Lectures on Arabic Historians

کی بلند اخلاقی کی ترجمان ہے مصر میں عثمانی حکومت پر تنقید کرنا یا اس کا مذاق اڑانا اس لیے تھا کہ یہ لوگ مصری لوگوں کے مصالح سے غفلت کرتے تھے۔ باوجودیکہ قاہرہ میں عثمانی حکومت کی وجہ سے خوف و دہشت کا دور دورہ تھا۔ یہ سب چیزیں ابن ایاس کو مورخین اور محققین کے نزدیک بلند مقام عطا کرتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ موقف عثمانیوں کے متعلق سوانح کی کتابوں میں اس کا ذکر نہ ہونے کا سبب ہو۔

اِنتخاب

الترغیب والترہیب (جلد دوم)

الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذریؒ

نیک اعمال کے اجر و ثواب اور بدعملی پر جبر و عتاب کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئیں مگر حافظ منذری کی اس کتاب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اور کسی کو حاصل نہ ہوسکی اس مقبول و مستند کتاب کے اُردو تراجم کی متعدد کوششیں ہوئیں مگر کوئی ترجمہ مکمل ہو کر شائع نہ ہوسکا۔

ندوۃ المصنفین نے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر اس کے انتخاب کے ترجمہ کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے مولانا محمد عبد اللہ طارق صاحب دہلوی کی خدمات حاصل کیں چنانچہ اس کی پہلی جلد شائع ہو کر حُسنِ قبول حاصل کر چکی ہے۔ جسے ملک کے اہلِ علم اور اربابِ بصیرت نے بہت سراہا ہے۔ شائقین کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ اب کتاب کی جلد دوم بھی عمدہ کتابت و طباعت اور سفید کاغذ پر چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ جلد مع خوبصورت گرد پوش۔

آج ہی بڑی مقدار میں آرڈر دیجیے۔

جلد اوّل مجلد -/۱۸ بلا جلد -/۱۵ جلد دوم مجلد -/۲۰ بلا جلد -/۱۸

(رجسٹرڈ نمبر)

ندوۃ المصنفین [illegible]